AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www.al-aasar.com

Vol. 3, No.2 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

کلامِ شکیب جلالی میں عصری معنویت

COTEMPORARY SIGNIFICANCE IN THE POETRY OF SHAKEB JALALI

فرمان محمد شاہ

لائبریرین، گورنمنٹ ایسوسی ایٹ کالج آف کامرس پاک پتن

Abstract :
This research paper presents a critical and analytical study of the expression of contemporary consciousness in the poetry of Shakeb Jalali. He is regarded as one of the significant modern Urdu ghazal poets who articulated the inner anguish of modern man, social alienation, and cultural transformation through symbolic and abstract poetic expression. The study examines the thematic and stylistic dimensions of his poetry and highlights that contemporary awareness in his work is reflected not only in subject matter but also in imagery, symbolism, and poetic brevity. Elements such as existential anxiety, identity crisis, loneliness, and the psychological pressure of modern life have been identified as central components of his poetic discourse. The paper concludes that Shakeb Jalali expanded the intellectual and emotional scope of modern Urdu ghazal by transforming personal experience into a broader reflection of modern consciousness. His poetry stands as a significant representation of contemporary sensibility in modern Urdu literature.

Keywords:
شکیب جلالی، عصری آگہی، جدید اردو غزل، وجودی شعور، علامت نگاری، داخلی کرب، جدیدیت، تنہائی، تہذیبی بحران

شکیب جلالی یکم اکتوبر 1934 کو اتر پردیش (علی گڑھ) کے ایک قصبے سیدانہ جلال میں پیدا ہوئے۔ ان کا اصل نام سید حسن رضوی ہے۔ شعر و شاعری کا آغاز بدایوں میں کیا۔ جب ان کے والد ملازمت کے سلسلے میں تعینات تھے۔ ان کی والدہ کی حادثاتی موت نے ان کے ذہن پر کچھ ایسا برا اثر ڈالا کہ وہ شکیب بن گئے۔ شکیب کے باپ کی ذہنی بیماری کے باعث شکیب جلالی کی ماں نے ٹرین کے نیچے آکر خودکشی کرلی۔ دس سالہ شکیب نے اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ یہ منظر دیکھا۔ اس منظر نے ساری عمران کا پیچھا نہ چھوڑا اور نومبر 1966 کو ٹرین کے نیچے آکر خودکشی کرلی۔

اردو شاعری کی روایت میں ہر دور کا شاعر اپنے عہد کے فکری، سماجی اور نفسیاتی حالات کا آئینہ دار رہا ہے۔ بدلتے ہوئے زمانے کے ساتھ ساتھ انسان کے داخلی تجربات، تہذیبی اقدار اور سماجی ساخت میں بھی تبدیلی آتی رہی، جس کا اثر براہِ راست ادب خصوصاً شاعری پر پڑتا ہے۔ جدید اردو شاعری میں یہ رجحان زیادہ شدت کے ساتھ سامنے آتا ہے جہاں شاعر صرف خارجی واقعات کا بیان نہیں کرتا بلکہ انسانی باطن میں پیدا ہونے والی شکستگی، تنہائی اور معنوی بحران کو بھی موضوع بناتا ہے۔ اسی تناظر میں شکیب جلالی کا نام جدید اردو غزل کے ان اہم شعرا میں شمار ہوتا ہے جنہوں نے کم مگر نہایت اثر انگیز کلام کے ذریعے اپنے عہد کی فکری بے چینی اور داخلی اضطراب کو شعری پیکر عطا کیا۔ ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد، شکیب جلالی کے اسلوب کے متعلق رقم طراز ہیں:

"شکیب جلالی (1966م) جدید غزل کے منظر نامے پر ایک منفرد شاعر کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔ جنھوں نے داخلیت اور خارجیت کے امتزاج سے اپنے عہد کو بہ تمام و کمال عکس انداز کیا ہے۔ جدید غزل میں پیکر تراشی اور تمثال کاری کے رجحان کو فروغ دینے والوں میں شکیب جلالی کا نام مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ انھوں نے نئی تشبیہات، استعارات اور علامات سے ان تصویروں کو زیادہ دل کش اور ہمہ رنگ بنا دیا ہے"۔(1)

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www.al-aasar.com
Vol. 3, No.2 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

کلام شکیب جلالی میں عصری آگہی کا اظہار جدید اردو شاعری کے اہم موضوعات میں سے ایک ہے، کیونکہ شکیب جلالی کا شمار ان شعرا میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنے مختصر مگر نہایت اثر انگیز شعری سرمائے کے ذریعے جدید انسان کے داخلی انتشار، نفسیاتی کرب اور تہذیبی شکست و ریخت کو نہایت گہرے اور علامتی انداز میں بیان کیا۔ اردو شاعری میں جدیدیت کا جو رجحان بیسویں صدی کے وسط میں مضبوط ہوا اس نے شاعر کو محض جذباتی اظہار تک محدود نہیں رکھا بلکہ اسے اپنے عہد کے شعور کا ترجمان بنا دیا۔ شکیب جلالی اسی فکری روایت کے نمائندہ شاعر ہیں جن کے ہاں ذات کی تنہائی اور عہد کی بے معنویت ایک دوسرے سے اس طرح مربوط ہو جاتی ہے کہ قاری کو ان کی شاعری میں داخلی اور خارجی حقیقتوں کا ایک مربوط شعری منظر نامہ دکھائی دیتا ہے۔ نظیر صدیقی، شکیب جلالی کی غزل کے بارے میں لکھتے ہیں:

"انہوں نے اپنے غزل کو غزل کے مروجہ مضامین، مانوس لہجے، روایتی زبان اور کلاسیکی ذائقے سے الگ کر لینے میں خاصی کامیابی حاصل کر لی تھی"۔(2)

شکیب جلالی کے کلام کا مطالعہ کیا جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ ان کے ہاں عصری آگہی محض خارجی حالات کے بیان تک محدود نہیں بلکہ یہ ایک گہرا داخلی شعور بن کر سامنے آتی ہے۔ جدید دور میں صنعتی ترقی، شہری زندگی کے پھیلاؤ، اقدار کی تبدیلی اور انسانی تعلقات کی کمزوری نے انسان کو نفسیاتی طور پر تنہا کر دیا ہے۔ شکیب جلالی اسی تنہائی کے شاعر ہیں۔ ان کے اشعار میں ایک خاموش کرب، ایک غیر محسوس اداسی اور ایک ایسا داخلی خلاء ملتا ہے جو جدید انسان کی روحانی کیفیت کی نمائندگی کرتا ہے۔ ان کا کلام پڑھتے ہوئے قاری محسوس کرتا ہے کہ شاعر خارجی دنیا سے زیادہ اپنی باطنی دنیا کا مسافر ہے اور یہی سفر عصری آگہی کی اصل صورت اختیار کر لیتا ہے۔

ان کی شاعری کا بنیادی حوالہ انسان کا باطنی کرب ہے، لیکن یہ کرب محض شخصی نہیں بلکہ اپنے عہد کی اجتماعی صورت حال سے جڑا ہوا ہے۔ جدید دور میں صنعتی ترقی، شہری زندگی کی تیز رفتار تبدیلیوں اور سماجی رشتوں کی کمزوری نے انسان کو جس ذہنی اضطراب سے دوچار کیا، وہی اضطراب شکیب جلالی کے ہاں شعری علامتوں کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ ان کی شاعری میں تنہائی، خاموشی، دھند، سایہ اور سفر جیسے استعارے دراصل جدید انسان کے وجودی بحران کی علامت ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا شعری لہجہ نہ تو روایتی عشقیہ غزل کا لہجہ ہے اور نہ ہی محض رومانوی جذبات کا اظہار، بلکہ یہ ایک ایسا داخلی مکالمہ ہے جو انسان کی ذات اور اس کے عہد کے درمیان جاری کشمکش کو ظاہر کرتا ہے۔ اشتیاق احمد، شکیب جلالی کے علائم کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"شکیب کے کلام میں متعدد مثالیں ایسے اشعار کی پیش کی جا سکتی ہیں جن میں علائم کا استعمال بڑا جاذب نظر ہے۔ شکیب کی علامتیں مقامی ماحول اور مزاج سے اخذ کی گئے ہیں"۔(3)

عصری آگہی کا مفہوم ادب میں محض حالات کے بیان تک محدود نہیں ہوتا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ شاعر اپنے زمانے کی فکری اور تہذیبی تبدیلیوں کو کس حد تک شعوری طور پر محسوس کرتا ہے اور انہیں تخلیقی صورت میں ڈھالتا ہے۔ شکیب جلالی کی شاعری میں یہی شعوری کیفیت نمایاں ہے۔ وہ اپنے عہد کے انسان کو ایک ایسے وجود کے طور پر دیکھتے ہیں جو بظاہر ترقی یافتہ ہے لیکن اندر سے ٹوٹا ہوا ہے۔ جدید انسان کی یہی شکست ان کے ہاں ایک مستقل احساس کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ ان کے کئی اشعار میں زندگی کی بے معنویت اور شناخت کے مسئلے کا اظہار اس انداز سے ہوتا ہے کہ قاری کو اپنی ذات کی گہرائیوں میں اترنے کا احساس ہوتا ہے۔

شکیب جلالی کے ہاں علامت نگاری نہایت اہم ہے اور یہی علامتیں ان کے عصری شعور کو نمایاں کرتی ہیں۔ جدید شاعری میں علامت کا استعمال اس لیے بڑھا کہ براہ راست اظہار کے بجائے داخلی کیفیت کو زیادہ مؤثر انداز میں پیش کیا جا سکے۔ شکیب جلالی نے علامت کو محض فنی تجربہ نہیں بنایا بلکہ اسے اپنے شعری احساس کا بنیادی ذریعہ بنایا۔ ان کے ہاں صحرا کا استعارہ صرف تنہائی نہیں بلکہ انسانی وجود کے اس خلا کی علامت ہے جس میں جدید انسان خود کو گم محسوس کرتا ہے۔ اسی طرح دھند اور سایہ جیسے پیکر زندگی کی غیر یقینی کیفیت کو ظاہر کرتے ہیں۔ ان علامتوں کے ذریعے وہ اپنے عہد کے فکری انتشار کو نہایت اختصار کے ساتھ بیان کر دیتے ہیں۔ احمد ہمدانی، ان کی شکیب کی علامتی شاعری سے متعلق کہتے ہیں:

"شعور کائنات کے دوش بدوش معرفت ذات کو اجاگر کرنے کا سلسلہ شکیب جلالی کی شاعری کا مخصوص اور نمایاں عمل ہے۔ اردو میں علامتی شاعری کا بانی ہے۔ اس نے زندگی کو اپنے شعور کے آئینے میں دیکھا اور اپنے شعور کے مطابق ہی زندگی کو پیش کیا۔ جس نے اس کی ساری شاعری کو صداقت احساس کا ایک نمونہ بنا دیا ہے۔ جس کی مثال شاعری میں خال خال ملتی ہے"۔(4)

ان کی شاعری میں اختصار ایک اہم فنی خصوصیت ہے اور یہی اختصار معنوی گہرائی کو بڑھاتا ہے۔ وہ کم لفظوں میں وسیع تجربے کو سمیٹنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ جدید اردو غزل میں یہ کلام شکیب جلالی میں عصری آگہی کا اظہار جدید اردو شاعری کے اہم موضوعات میں سے ایک ہے، کیونکہ شکیب جلالی کا شمار ان شعرا میں ہوتا ہے جنہوں نے

اپنے مختصر مگر نہایت اثر انگیز شعری سرمائے کے ذریعے جدید انسان کے داخلی انتشار، نفسیاتی کرب اور تہذیبی شکست وریخت کو نہایت گہرے اور علامتی انداز میں بیان کیا۔ اردو شاعری میں جدیدیت کا جو رجحان بیسویں صدی کے وسط میں مضبوط ہوا اس نے شاعر کو محض جذباتی اظہار تک محدود نہیں رکھا بلکہ اسے اپنے عہد کے شعور کا ترجمان بنا دیا۔ شکیب جلالی اسی فکری روایت کے نمائندہ شاعر ہیں جن کے ہاں ذات کی تنہائی اور عہد کی بے معنویت ایک دوسرے سے اس طرح مربوط ہو جاتی ہے کہ قاری کو ان کی شاعری میں داخلی اور خارجی حقیقتوں کا ایک مربوط شعری منظر نامہ دکھائی دیتا ہے۔

جدید اردو شاعری میں وجودی فکر کے اثرات بھی نمایاں ہیں اور شکیب جلالی اس رجحان سے متاثر دکھائی دیتے ہیں۔ وجودی فکر کا بنیادی سوال انسان کی شناخت اور زندگی کے معنی سے متعلق ہے۔ شکیب جلالی کی شاعری میں یہ سوال بار بار سامنے آتا ہے۔ وہ زندگی کو ایک ایسے سفر کے طور پر دیکھتے ہیں جس کی سمت واضح نہیں۔ یہی کیفیت ان کے ہاں عصری آگہی کو مزید گہرا کرتی ہے کیونکہ جدید انسان بھی اسی بے سمتی کا شکار ہے۔ ان کے کئی اشعار میں موت کا احساس بھی ملتا ہے جو دراصل زندگی کی ناپائیداری کا شعور ہے۔

شکیب جلالی کے ہاں تہذیبی بحران کا احساس بھی نمایاں ہے۔ جدید دور میں روایتی اقدار کے کمزور ہونے اور نئی اقدار کے غیر مستحکم ہونے نے انسان کو ایک فکری خلا میں مبتلا کر دیا۔ ان کی شاعری میں رشتوں کی اجنبیت اور سماجی فاصلے کا ذکر اسی بحران کی علامت ہے۔ وہ اپنے عہد کے انسان کو ایک ایسے کردار کے طور پر پیش کرتے ہیں جو ہجوم میں رہتے ہوئے بھی تنہا ہے۔ یہ تنہائی جدید شہری زندگی کا اہم مسئلہ ہے اور شکیب جلالی نے اسے نہایت موثر انداز میں بیان کیا ہے۔

ان کی زبان سادہ ہونے کے باوجود نہایت پر اثر ہے۔ وہ مشکل الفاظ کے بجائے سادہ الفاظ کے ذریعے گہرا مفہوم پیدا کرتے ہیں۔ یہی خصوصیت ان کے اسلوب کو جدید بناتی ہے۔ جدید شاعری میں زبان کی سادگی کے ساتھ معنی کی پیچیدگی کو اہم سمجھا جاتا ہے اور شکیب جلالی اس معیار پر پورا اترتے ہیں۔ ان کے ہاں صوتی آہنگ بھی موجود ہے جو شعر کی تاثیر کو بڑھاتا ہے۔ ان کی غزل میں داخلی موسیقیت ایک خاص فضا پیدا کرتی ہے جو قاری کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔ احمد ندیم قاسمی، شکیب جلالی کی شاعرانہ عظمت کو یوں بیان کرتے ہیں:

"شکیب کے آخری پانچ چھے برس کے کلام میں کوئی غزل یا نظم رہ نہ جائے انتخاب میں شامل ہونے سے کیوں کہ یہی وہ دور تھا جب شکیب کی شاعرانہ عظمت صورت پذیر ہونے لگی تھی"۔(5)

انہوں نے عصری آگہی کا اظہار نہایت سوز و گداز اور پر خلوص انداز میں کیا۔ ان کی یہ غزل ہنگامی حالات کی پروردہ نہیں بلکہ روح پر مرتب ہونے والے اثرات کی آئینہ دار ہے۔ جس کا اثر قاری یا سامع کے ذہن پر دیر تک قائم رہتا ہے۔ کسی بھی شاعر کی شاعری کا مجموعی مزاج اس کی ان مخصوص علامتوں اور رموز سے نمو پاتا ہے جو اس کے یہاں بار بار تکرار کے ساتھ استعمال ہوتی ہیں۔ شکیب کے یہاں بھی کچھ علائم کو بار بار استعمال کیا گیا ہے۔ ان کے کلام چند معروف مستعمل علائم یہ ہیں؛ چٹان، بارش، جھیل، دھوپ، بستی، ناؤ، صحرا، آفتاب، کرن، مہتاب، کشتی، ابر، دشت، شجر، پانی، چاند، صبا، دریچہ، پرندہ اور فصیل وغیرہ۔

تو نے کہا نہ تھا کہ میں کشتی پہ بوجھ ہوں
آنکھوں کو اب نہ ڈھانپ مجھے ڈوبتے بھی دیکھ(6)

شکیب جلالی کی شاعری کا ایک اہم پہلو نفسیاتی شعور بھی ہے۔ جدید دور میں نفسیات کے اثرات ادب پر بھی پڑے اور شاعروں نے انسانی ذہن کی پیچیدگیوں کو موضوع بنایا۔ شکیب جلالی کے ہاں داخلی کیفیت کی جو شدت ملتی ہے وہ اسی نفسیاتی شعور کا نتیجہ ہے۔ ان کے اشعار میں انسان کی باطنی کشمکش اور ذہنی دباؤ کا اظہار ملتا ہے جو جدید معاشرے کی حقیقت ہے۔ انہی کا ایک شعر اس کیفیت کو یوں واضح کرتا ہے:

کیا کچھ کیا نہ خود کو چھپانے کے واسطے
عریانیوں کو اوڑھ لیا شال کی طرح(7)

ان کے شعری تجربے میں ایک خاموش احتجاج بھی موجود ہے۔ یہ احتجاج براہ راست نہیں بلکہ علامتی ہے۔ وہ اپنے عہد کی بے معنویت کو دکھا کر دراصل اس کے خلاف ایک تخلیقی رد عمل پیش کرتے ہیں۔ یہی انداز جدید شاعری کی اہم خصوصیت ہے۔ شکیب جلالی نے روایت سے مکمل انکار نہیں کیا بلکہ اسے نئے شعری شعور کے ساتھ جوڑا۔ ان کی غزل میں کلاسیکی روایت کی جھلک بھی ملتی ہے لیکن اس کے ساتھ جدید احساس بھی موجود ہے۔ شکیب جلالی کا شعری سرمایہ اگرچہ مقدار کے لحاظ سے زیادہ

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www.al-aasar.com
Vol. 3, No.2 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

نہیں لیکن معیار کے لحاظ سے نہایت اہم ہے۔ انہوں نے ثابت کیا کہ شاعری کی اصل قوت اس کے فکری اور تخلیقی معیار میں ہوتی ہے۔ ان کی شاعری جدید اردو غزل میں داخلی تجربے کی نمائندہ بن کر سامنے آتی ہے۔ ان کے ہاں جذبات کی شدت کے ساتھ شعور کی گہرائی بھی موجود ہے جو ان کی شاعری کو عصری آگہی کا موثر نمونہ بناتی ہے۔

یہ حقیقت بھی اہم ہے کہ شکیب جلالی کی شاعری میں جذباتی شدت کے ساتھ فکری سنجیدگی بھی موجود ہے۔ وہ محض احساس کے شاعر نہیں بلکہ شعور کے شاعر ہیں۔ یہی شعور ان کے کلام کو عصری آگہی سے ہمکنار کرتا ہے۔ ان کی شاعری ہمیں یہ احساس دلاتی ہے کہ جدید انسان کی سب سے بڑی مشکل اس کی داخلی تنہائی ہے اور یہی تنہائی اس کے فکری سوالات کو جنم دیتی ہے۔ ان کی شاعری میں شہری زندگی کا تناؤ بھی عصری شعور کی ایک اہم صورت کے طور پر سامنے آتا ہے۔ شہر جدید تہذیب کی علامت ہے مگر اسی شہر میں انسان سب سے زیادہ تنہا ہو جاتا ہے۔ شکیب جلالی کے ہاں شہر محض عمارتوں کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک نفسیاتی فضا ہے جہاں تعلقات مصنوعی ہو چکے ہیں اور انسان اپنی ذات کے اندر سمٹ گیا ہے۔ ان کے اشعار میں گفتگو کم اور خاموشی زیادہ ہے، اجتماع کم اور تنہائی زیادہ ہے، روشنی کم اور دھند زیادہ ہے۔ یہ تمام عناصر اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ شاعر اپنے عہد کی تہذیبی تبدیلیوں کو شدت سے محسوس کر رہا ہے۔

میں وہ آدم گزیدہ ہوں جو تنہائی کے صحرا میں
خود اپنی چاپ سن کر لرزہ بر اندام ہو جائے (8)

عصری آگہی کا ایک اہم پہلو اقدار کی شکستگی بھی ہے۔ جدید دور میں روایتی اخلاقی اور سماجی اقدار کمزور ہو چکی ہیں جس سے انسان کے اندر عدمِ تحفظ کا احساس پیدا ہوا ہے۔ شکیب جلالی کے ہاں یہ احساس براہِ راست نعرے کی صورت میں نہیں بلکہ ایک خاموش دکھ کے طور پر سامنے آتا ہے۔ وہ ماضی کی طرف واپسی کا مطالبہ نہیں کرتے بلکہ حال کی ٹوٹ پھوٹ کو علامتی انداز میں بیان کرتے ہیں۔ ان کے ہاں دکھ کا بیان نہایت مہذب اور جمالیاتی ہے جو ان کی فنی پختگی کا ثبوت ہے۔ ان کی شاعری کا اسلوب بھی عصری آگہی کو مضبوط بنانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ وہ طویل بیانیہ انداز کے بجائے مختصر اور شدید تاثر رکھنے والے اشعار کہتے ہیں۔ ان کے اشعار میں الفاظ کم مگر معنی زیادہ ہوتے ہیں۔ یہی اختصار جدید اردو غزل کی ایک اہم خصوصیت ہے۔ ان کے ہاں زبان سادہ ہے مگر اس سادگی میں گہری تہہ داری موجود ہے۔ وہ مشکل الفاظ یا پیچیدہ تراکیب کے بجائے داخلی کیفیت کو ترجیح دیتے ہیں جس سے قاری براہِ راست احساس کی سطح پر متاثر ہوتا ہے۔

شکیب جلالی کی شاعری کا ایک اور اہم پہلو نفسیاتی شعور ہے۔ جدید دور میں نفسیات نے ادب کو بہت متاثر کیا اور شاعر انسانی باطن کی پیچیدگیوں کی طرف متوجہ ہوا۔ شکیب جلالی کے اشعار میں احساسِ محرومی، شکستگی اور بے معنویت کی کیفیت دراصل اسی نفسیاتی شعور کی علامت ہے۔ وہ جذبات کو بیان نہیں کرتے بلکہ انہیں محسوس کرواتے ہیں۔ یہی خوبی ان کی شاعری کو جدید حسیت سے قریب کرتی ہے۔

آ کر گرا تھا کوئی پرندہ لہو میں تر
تصویر اپنی چھوڑ گیا چٹان پر (9)

مختصر یہ کہ انہوں نے جدید انسان کے داخلی بحران کو اپنی شاعری کا بنیادی موضوع بنایا ہے۔ انہوں نے اس بحران کو براہ راست بیان کرنے کے بجائے علامتی انداز میں پیش کیا جو جدید شاعری کی اہم خصوصیت ہے۔ ان کے ہاں شعری اختصار اور معنوی وسعت کا امتزاج ملتا ہے۔ ان کی شاعری میں وقت کا شعور بھی بہت نمایاں ہے۔ جدید انسان وقت کی رفتار سے خوف زدہ بھی ہے اور اس میں گم بھی۔ شکیب جلالی کے ہاں وقت ایک علامت کے طور پر سامنے آتا ہے جو زندگی کی ناپائیداری اور انسانی بے بسی کو ظاہر کرتا ہے۔ ان کے اشعار میں لمحہ ایک مکمل تجربہ بن جاتا ہے اور یہی تجربہ عصری شعور کی فکری بنیاد کو مضبوط کرتا ہے۔ ان کی شاعری جدید اردو غزل میں عصری آگہی کی ایک اہم مثال ہے جہاں داخلی کرب، وجودی اضطراب، تہذیبی تبدیلی اور نفسیاتی تنہائی ایک مربوط فکری نظام کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ ان کا کلام مقدار میں کم مگر معیار میں بلند ہے اور یہی خصوصیت انہیں جدید اردو شاعری میں ایک منفرد مقام عطا کرتی ہے۔ ان کی شاعری قاری کو محض جمالیاتی لطف نہیں دیتی بلکہ اسے اپنے عہد کے فکری سوالات پر غور کرنے پر بھی مجبور کرتی ہے، اور یہی کسی بڑے شاعر کی اصل پہچان ہوتی ہے۔

Vol. 3, No.2 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

حوالہ جات

1-ارشد محمود ناشاد، اردو غزل کا تکنیکی، ہیئتی اور عروضی سفر، مجلس ترقی ادب، لاہور، 2008ء، ص:257

2-نظیر صدیقی، جدید اردو غزل-ایک مطالعہ، گلوب پبلشرز، لاہور، 1984ء، ص:112

3-اشتیاق احمد، جدید علامت نگاری (تحقیقی و تنقیدی جائزہ)، بیت الحکمت، لاہور، 2018ء، ص:175

4-احمد ہمدانی (آرا) شکیب کا فن، مشمولہ: کلیات شکیب جلالی از شکیب جلالی، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، 2011ء، ص:79

5-احمد ندیم قاسمی، پیش لفظ، عرض ناشر، مشمولہ کلیات شکیب جلالی، ص:102

6-شکیب جلالی، کلیات شکیب جلالی، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2011ء، ص:137

7-ایضاً، ص:139

8-ایضاً:133

9-ایضاً:123